



وہ بچے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے ایسے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں کہ شیطان لاکھ کوشش کے باوجود ناکام رہتا ہے۔ شیطانی تدابیر میں سے سب سے زیادہ خطرناک جو طریقہ ہے وہ ہے انسان کو شرک و بدعت کے ذریعے سے گمراہ کرنا ہے کیونکہ یہ گناہ کرنے والا توبہ کا تو سوچ بھی نہیں سکتا اس لیے کہ وہ اس کو گناہ تو سمجھتا ہی نہیں، اگر گناہ سمجھتا ہوتا تو کوئی نمازی، حاجی، روزے رکھنے والا متقی آدمی اس کا تصور بھی نہ کرتا اس لیے تو ابلیس نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ بزم خویش بڑے سے بڑا متقی اور پرہیز گار بھی شرک و بدعت کو نیکی سمجھ کر کرتا رہتا ہے بلکہ اس کی اشاعت و ترویج کیلئے بھی کوشاں ہوتا ہے۔

حالانکہ کوئی ایسا کام نہیں جو انسان کیلئے مفید ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جائز قرار نہ دیا ہو اور نہ ہی کوئی ایسا عمل ہے جو آدمی کیلئے دنیا و آخرت میں نقصان دہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس علیہ اللعنة کی پیشانی پر لعنت کا تمغہ سجایا تو اس نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر بڑے متکبرانہ انداز میں یہ چیلنج کیا تھا کہ فَمَا أَغْرَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ . ثُمَّ لَا تَنبَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ . (الأعراف ۱۷)

اے اللہ تو نے مجھے اس انسان کی وجہ سے گمراہ تو کر دیا (اپنے کر توت نہیں دیکھتا بلکہ دوسروں کے ذمہ اپنی غلطیاں بھی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے) اب میں بھی تیرے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر بیٹھ جاؤنگا اور چاروں طرف سے اس انسان کو گمراہ کرونگا۔

اس چیلنج کے بعد شیطان ہم تن اس مقصد کے حصول کیلئے کوشاں ہے اور اس نے اپنا نیٹ ورک اتنا وسیع اور مضبوط بنایا ہوا ہے کہ جس سے بڑے بڑوں کا بچنا محال ہے مگر جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور

الغیاث

اور پھر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی

اپنی اپنی امت کو بھلائی کی ایک ایک چیز سے آگاہ فرمایا جیسا کہ ناطق وحی پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انه لم یکن نبی قبلی الا کان حقا علیہ ان یدل امنہ علی خیر ما یعلمہ لہم ویسدرہم شر ما یعلمہ ہو (مسلم/۲۶۱۲)

میرے سے پہلے تمام نبیوں پر بھی یہ حق تھا کہ وہ اپنی امت کیلئے جو بہتر سمجھتے انکی راہنمائی کرتے اور جو ان کیلئے برا سمجھتے تھے اس سے ان کو ڈراتے تھے۔

اس سے صاف واضح معلوم ہوا کہ جس کام کے کرنے کا پیغمبر نے حکم یا اجازت نہ دی ہو وہ امت کیلئے بہتر اور خیر نہیں ہو سکتا اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کو پیغمبر کی اطاعت سے مشروط کر دیا ہے حتیٰ کہ ارشاد فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ۳۱)

کہ لوگوں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اس کیلئے بھی صرف ایک ہی راستہ ہے جو میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے ہو کر گزرتا ہے اگر تم میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو تم لاکھ محبت کے دعوے کرتے رہو اللہ تعالیٰ تم سے ہرگز محبت نہیں کرے گا۔

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) نبی و رسول لوگوں کیلئے طہیات (پاکیزہ) چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان کیلئے خبیثات اور بری چیزوں کو حرام کر دیتا ہے۔ حلال اور حرام کا اختیار چونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جو مفید سمجھتے ہیں اس کی حلت اپنے پیغمبر ﷺ کو بتا کر اعلان اظہار کروادیتے ہیں اور جو مضر ہوتی ہے اس کی حرمت کا اعلان کروادیتے ہیں کیونکہ کسی بھی مشینری کی ضروریات کو جتنا اس کو بنانے والا انجینئر سمجھتا ہے کوئی دوسرا اس طرح نہیں سمجھ سکتا حتیٰ کہ وہ کاریگر جو اس کے متعلق ڈپلومہ ہولڈر ہو وہ بھی غلطی کر سکتا ہے یا اس کو سمجھنے میں دقت پیش آ سکتی ہے مگر اس مشینری کا خالق اس کے تمام مالہ و ماعلیہ سے مکافہ و اقف ہوتا ہے۔

انسان کا خالق چونکہ اللہ تعالیٰ ہے اس لئے اس کی تمام تر جسمانی، دنیاوی ضروریات کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا اور اس کو مفید اور مضر کی راہنمائی بھی فرما دی۔ اس طرح اس کی روحانی اور اخروی ضروریات سے بھی اس کو آگاہ کر دیا کہ:

انہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدر۳)

اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے لئے مفید پسند کرے یا مضر اپنالے۔

کوئی اس کو شریعت و دین کے نام پر ایجاد کرے گا تو وہ اس کا عمل قبول نہیں ہوگا بلکہ رد و جائزگا۔

اب سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا یہ جشن میلاد والا عمل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھا؟ تو پورے کا پورا نبوی دور ہمیں ایسی مجلسوں سے اور جلسے جلوسوں سے خالی نظر آتا ہے۔ بلکہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قدم النبی ﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما فقال ما هذان اليومان قالوا كنا نلعب فيهما في الجاهلية فقال رسول الله ﷺ قد ابدلكم الله تعالى بهما خيرا منهما يوم الاضحى ويوم الفطر (ابوداؤد/ ۱۶۸، مختار/ ۱۶/ ۱۲۶)

کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو ان کیلئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے (خوشی مناتے) رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں تو انہوں نے کہا ہم ان دو دنوں میں زمانہ جاہلیت سے کھیلتے (خوشیاں مناتے) چلے آ رہے ہیں تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان سے بہتر دو دن تبدیل کر دیئے ہیں ایک عید الاضحیٰ کا دن ہے اور ایک عید الفطر کا دن ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کیلئے

دن تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا گیا ہے (اب اگر انہیں کسی نیک، اچھے کام کی کمی رہ گئی تھی تو یہ مکمل نہیں اور اگر یہ دین مکمل ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جان بوجھ کر اس نیکی کے کام کو نہیں بتایا۔ اس لئے ہر مومن مسلمان کو یہ جان لینا چاہیے اور اپنے عقیدے و ایمان کا حصہ بنا لینا چاہیے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں دین کا حصہ نہیں تھا ہم اس کو آج بھی دین ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ خواہ وہ کام بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

ایسے ہی کاموں اور اعمال میں سے کہ جو رسول اللہ کے زمانہ مبارک میں تو نہ تھے مگر اب کچھ لوگوں نے ان کو نیکی کے کام سمجھ کر ایجاد کر لیا ہے اور ثواب کی نیت سے ان کو اپنائے ہوئے ہیں ایک ربیع الاول کے مہینے میں میلاد النبی ﷺ کے نام سے رنگ و راگ کی محفلیں برپا کرنا، جلوس نکالنا، چراغاں کرنا اور کئی ایسے امور ایجاد کرنا بھی ہے جن کو لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ نیکی ہو ہی نہیں سکتی جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کی ہو یا اس کی اجازت نہ دی جیسا کہ ارشاد فرمایا:

من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد۔ (بخاری/ ۲۷۱۱)

کہ جو کام بھی پہلے ہماری شریعت میں نہ تھا

ذالک الیوم ولدت فیہ ویوم بعثت
او انزل علی فیہ (سلم/۳۶۸)

اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن ہی مجھ پر وحی
نازل کی گئی۔

دیکھئے رسول اللہ ﷺ تو اس دن روزہ رکھیں
اور ہم اسے عید کا نام دے لیں جبکہ یہ بات اہل علم
سے مخفی نہیں کہ عید کے دن روزہ نہیں ہوتا۔ اور پھر
آپ ﷺ سے محبت تو یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے
اپنی ولادت کی مناسبت سے روزہ رکھا ہے ہمیں بھی
چاہئے کہ ہر سوموار کو روزہ رکھیں نہ کہ سال بعد ایک
دن انواع و اقسام کے کھانوں کا بندوبست کر کے
سنت رسول ﷺ کا مذاق اڑائیں کیونکہ رسول اللہ
نے ارشاد فرمایا:

من احب سنتی فقد احبنی ومن
احبنی کان معی فی الجنة (ترمذی)
جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس
نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ
میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ
رسول اللہ ﷺ سے محبت آپ کی سنت پر عمل کرنا ہے
اور جنت میں آپ کی رفاقت کیلئے بھی آپ کی سنت
کو اپنانا ضروری ہے۔ اور پھر اگر یہ عمل جو میلاد کے
نام پر رواج پذیر ہے اگر دین میں اس کی کوئی اصل

سال میں سالانہ خوشی کیلئے دو ہی دن ہیں اضیٰ اور فطر کا
اگر ربیع الاول والی خود ساختہ عید کو بھی اس میں شمار
کریں تو یہ تین دن ہو گئے جو کہ رسول اللہ نے تو بیان
نہیں فرمایا اب اگر کوئی سمجھتا ہے کہ یہ بھی عید کا دن
ہے تو پھر جیسے ذکر کیا جا چکا ہے لاجالہ ماننا پڑیگا کہ یا تو
رسول اللہ ﷺ نے یہ تیسرا دن نہ بتا کر (معاذ اللہ)
خیانت کی ہے (جس کا کوئی مومن تصور نہیں کر سکتا)
اور یا پھر یہ دن اس انداز و اطوار سے آپ کے زمانہ
مبارک میں تو نہیں منایا گیا بلکہ بعد کی ایجاد ہے۔ تو
اس لحاظ سے یہ بدعت ہوگا اور بدعت کے متعلق
زبان نبوت سے یہ خبر جاری ہو چکی ہے:

کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی
النار

کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم
میں لے جائیگی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک
زندگی میں یہ دن تریسٹھ مرتبہ آیا اور آپ کی نبوت
والی زندگی میں یہ دن تیس مرتبہ آیا مگر رسول اللہ ﷺ
نے ایک مرتبہ بھی نہ اہتمام سے کھانا پکوا کر تقسیم کیا نہ
صحابہ کو جمع کر کے کوئی مجلس یا محفل منعقد کیا نہ جھنڈیاں
لگوائیں اور نہ ہی زیب و زینت کا اہتمام و اظہار
کیا گیا بلکہ رسول اللہ کا معمول تھا کہ آپ سوموار کو
روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ سے اس کے
متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہوتی تو صحابہ کرام تابعین عظام اور آئمہ محدثین بھی
اس کو کرتے مگر اسلاف میں بھی اس کا کوئی وجود نہیں
55 مرتبہ گزارا۔ حضرت امام مسلم رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن

ملتا۔ حضرت امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی زندگی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ دن 73 مرتبہ گزارا

خلافت میں یہ دن 3 مرتبہ آیا حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس دن کو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور اپنی زندگی میں 70 مرتبہ گزارا

خلافت میں یہ دن 10 مرتبہ آیا حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت دن 88 مرتبہ آیا

میں یہ دن 12 مرتبہ آیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زندگی میں بھی یہ دن 91 مرتبہ آیا

یہ دن 6 مرتبہ آیا ان کے علاوہ دوسرے بزرگان دین بھی ہیں

جن کی زندگیوں میں یہ دن 12 ربیع الاول ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور

خلافت میں یہ دن 19 مرتبہ آیا آتا تھا مگر کسی بھی بزرگ، محدث، اور امام سے میلاد

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ النبی ﷺ کے نام پر خرافات، ابہود، اور کھیل کود کا

دن 70 مرتبہ آیا کوئی وجود نہیں ملتا حتیٰ کہ یہ میلاد منانے والے جو خفی

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ

دن 54 مرتبہ آیا سے ان کی زندگی کے 70 سالوں میں ایک مرتبہ بھی

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ میلاد کے جلوس کا ثبوت نہیں دے سکتے اب یا تو ان

لوگوں کو میلاد منانا چھوڑ دینا چاہیے یا پھر خفی نہیں کہلانا

چاہیئے بلکہ اپنے سوا دوسروں کو غیر مقلد کا طعن دینا بھی

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی زندگی میں یہ دن 73 مرتبہ آیا

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے دور حیات میں اس دن نے 62 مرتبہ چکر لگایا۔

ہے نہیں کہ جس کے چھوٹ جانے سے کسی کو مورد الزام ٹھہرایا جائے یہ تو خود گمراہی ہے بلکہ گمراہی کی

القاموس المحيط میں یوں مرقوم ہے البدعة بھی جڑ ہے۔

بالکسر الحدث فی الدین بعد الاکمال او
ما استحدث بعد النبی ﷺ من الاهیاء
والاعمال (قاموس ج ۳ ص ۴)

بدعت اس کو کہتے ہیں جو دین کی تکمیل کے
بعد ایجاد کی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد
خواہشات اور اعمال سے بنائی جائے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بدعت کی تعریف اس
طرح کی گئی ہے البدعة کل شئی عمل علی
غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم
یکن فی عہد رسول اللہ ﷺ (مرقاۃ ج ۱
ص ۲۱۶)

کہ ہر اس چیز کو بدعت کہا جاتا ہے جو کسی
سابقہ مثال کے بغیر ہو اور شریعت میں ہر وہ چیز یا عمل
بدعت کہلاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ
میں نہ ہو بلکہ بعد میں اس کو شروع کر لیا جائے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے
ہیں بدیع السموات والارض کہ اللہ
تعالیٰ زمین و آسمان کو نئے سرے سے بنانے والا
ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی پہلے کوئی مثال نقشہ نہ تھا
کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ جس
عمل کا کام کی اصل شریعت محمدیہ میں نہ ہو اس کو دین

واہرب عن التقليد فهو ضلالة
ان المقلد فی سبیل الہالک
تقلید کی مکمل تفصیل راقم کی کتاب ”خرافات“
حقیقت اور احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف“
میں دیکھی جاسکتی ہے یہاں اس کا محل نہیں ہے۔
میلاد النبی کی ابتداء:

گذشتہ ساری بحث یہ بات تو واضح ہو چکی
ہے کہ جشن میلاد النبی کا وجود زمانہ نبوت، دور خلفائے
راشدین اور بعد میں آنے والے محدثین و آئمہ کی
زندگیوں میں نہیں تھا۔ اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے
ہیں کہ اس رسم یا بدعت کا آغاز کب ہوا؟

بدعت کیا ہے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جشن میلاد کی
بدعت کی ابتداء جاننے سے پہلے بدعت کا معنی و مفہوم
سمجھ لیا جائے تاکہ اس جشن کی حقیقت کو سمجھنا اور پھر
اس سے بچنا آسان و اہل ہو جائے۔ عربی لغت کی
مشہور کتاب المنجد میں بدعت کی تعریف یوں کی گئی
ہے۔ البدعة ج البدع ما احدث علی غیر
مثال سابق (المنجد عربی ص ۲۹)

یعنی وہ چیز یا کام جو کسی سابقہ مثال کے بغیر
بنایا جائے ایجاد کیا جائے بدعت کہلائے گا۔

مَنْ اِسْلَامَ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ
(ابن ماجہ، باب اجتنب البدع واجحدل)

اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کے روزے، نماز، صدقہ، حج، عمرہ، جہاد اور نقلی و فرضی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا۔ اور بدعتی آدمی اس طرح اسلام سے نکل جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال (آسانی سے) نکل جاتا ہے۔

برادران اسلام

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بدعت اتنا بڑا برا عمل ہے کہ جو آدمی کے جہنم میں جانے کا سبب ہے اور بدعت کی نحوست یا جرم کی وجہ سے انسان کی نماز، روزہ جیسی بڑی بڑی نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت حاصل نہیں کر پاتیں۔ اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ ہم ہر قسم کی بدعات سے اجتناب کریں تاکہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی سے بچ سکیں۔ آمین

گذشتہ سطور میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جشن میلاد کا وجود رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہ تھا اور جو کام آپ کے زمانہ میں نہ ہو بلکہ بعد کی ایجاد ہو وہ بدعت کہلاتا ہے۔ یہ جو جشن میلاد کے نام پر ہر سال نئی نئی بدعات رواج پاتی ہیں۔ اور نہ کرنے والوں کو کوسنے دیئے جاتے ہیں اس کا آغاز ساتویں ہجری میں ہوا۔ اور اس کا ایجاد و آغاز کرنے والا اربل

کے نام پر ثواب سمجھ کر کرنا دین میں بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت اور بدعتی کا انجام:

بدعت کے متعلق تو پہلے حدیث مبارکہ درج کی جا چکی ہے کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنا هَذَا مَالِیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ کہ جو بھی کام دین میں نیا ایجاد کیا جائے گا وہ مردود ہے۔ اور زبان نبوت سے یہ فرمان بھی جاری ہوا:

كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی

النَّارِ

کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائیگی۔

اس طرح بدعتی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَبِی اللّٰہِ اِنْ یَقْبَلَ عَمَلُ صَاحِبِ بَدْعَةٍ

حَتّٰی یَدْعَ بَدْعَتَهُ (ابن ماجہ، باب اجتنب البدع واجحدل)

کہ جب تک بدعتی آدمی بدعت کرنا نہیں چھوڑتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا۔

ایک دوسری حدیث جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امام کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ لَصَاحِبِ بَدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلَوةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عَمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا یَخْرُجُ

رسول اللہ ﷺ خاموش ہیں آپ نے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا تو: وجہ رسول اللہ ﷺ یغیر اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ دلائی اور فرمایا: شکلتک التواکل ماتوی بوجہ رسول اللہ ﷺ کہ عمر تو گم ہو جائے کیا تو رسول اللہ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فوراً توراۃ کا ورق چھوڑ کر اپنی پوزیشن صاف کرنے کیلئے عرض کیا: رضینا باللہ ربنا وبلاسلام دینا وبمحمد نبیا۔

آقا یہ ورق تو اچانک میرے ہاتھ لگا اور میں نے اس کا مطالعہ شروع کر دیا ورنہ میں اللہ تعالیٰ کے رب اسلام کے دین اور آپ محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

براہر ان اسلام:

بات اگر اتنی بھی رہتی تو کافی تھی مگر امام کائنات ﷺ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا عمر یہ تو توراۃ کا ایک ورق تھا: لنوبد الکم موسیٰ فاتبعتموه وترکمونی لصللتم عن سواہ

السبیل (داری: ۱۲۶/۱، مشکوٰۃ: ۱۲/۱۴)

کا حکمران ابوسعید تھا۔ جیسا کہ امام سیوطی فرماتے ہیں اول من احدث فعل ذالک صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کو کبوری بن زین الدین علی بن بکتکین (حادی للفتاویٰ: ۲۵۲/۱) سب سے پہلے اس بدعت کو اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابوسعید کو کبوری نے ایجاد کیا۔

جشن میلاد کے دو ہیرو

اب جو عمل اسلام کے ابتدائی چھ سو سال تک موجود نہیں تھا وہ اسلام کیسے ہو سکتا ہے اور اس کے بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اگرچہ امور دین میں کمی بیشی کرنے والا کوئی بڑی نیک سیرت و کردار، متقی پرہیزگار، اور نیک نیت ہی کیوں نہ ہو اس کی نیکی کی بنیاد پر امور دین میں اس کی مداخلت نہ صرف نہ برداشت نہیں بلکہ پسند بھی نہیں کیونکہ امام کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت فرمانے کے ساتھ ہی باقی تمام نبوتیں منسوخ اور قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد باقی سب کتب کا لہدم جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بھی اس کی دلیل ملتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور ان کے ہاتھ میں توراۃ کا ایک ورق تھا رسول اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

هذه نسخة من التوراة

کو کبوری جس نے اس کا آغاز کیا جب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس کا کردار کیا تھا تو یہ بات روز روشن کی طرح ہم پہ واضح ہو جاتی ہے کہ یہ بادشاہ ایک فضول خرچ، لھو لعب، سے نہ صرف کہ محبت کرنے والا بلکہ بوقت ضرورت خود بھی ناچنے والا تھا جیسا کہ بہت سی کتب میں اس کی تصریح ہے مگر اختصار کے پیش نظر چند ایک حوالہ جات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا اور اس موقع پر جو فضول خرچی اور گانے ناچنے کا پروگرام ہوتا اس کے متعلق ایک چشم دید گواہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حکى بعض من حضر سماط المظفر
فى بعض الموالد كان يمد فى ذالك
السماط خمسة آلاف راس مشوى
وعشرة آلاف دجاجة ومائة الف زبدية
وثلاثين الف صحن حلوى قال وكان عنده
فى المولد اعيان العلماء والصوفية فيخلع
عليهم ويطلق لهم ويعمل للصوفية سماعا
من الظهر الى الفجر ويرقص بنفسه معهم
(البدایہ والنہایہ ۱۳/۱۳۷) کہ ایک آدمی جو ایک سال اس
کی اس محفل میلاد میں شریک ہوا تھا بیان کرتا ہے کہ
اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بھینی ہوئی سریاں، دس

اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر اس دنیا میں دوبارہ تشریف لے آئیں تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

دیکھئے توراۃ ایک آسانی کتاب ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت جلیل القدر پیغمبر ہیں قرآن مجید اور صاحب قرآن پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے مقابلے میں ان کے احکام پر عمل نہیں کیا جاسکتا تو جو نبی بھی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی کے مطابق شیطان کا بھائی ہو اس کے جاری کردہ امور و اعمال کو شریعت کا حصہ اور باعث اجر و ثواب کیونکر سمجھا جاسکتا ہے۔

جشن میلاد اگرچہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر ہوتا رہا اور اس میں کئی قسم کی تبدیلیاں آتی رہیں لیکن ایک کام اس موقع پر ابتدادن سے ہی کہ جب یہ بدعت جاری ہوئی تھی مسلسل چلا آ رہا ہے اور وہ ہے گانا، بجانا، موسیقی اور لھو و لعب کے مظاہرے کیونکہ اس کے موجد ابوسعید کو کبوری نے انہی امور خبیثہ سے اس کا آغاز کیا تھا جشن میلاد کی ایجاد اور اس کے جواز کیلئے کوشش کرنے والوں میں دو نام ہی نمایاں ہیں:

ہیر و نمبر 1:

ایک تو ہے اس کا موجد الملک المظفر ابوسعید

ہم ویسے فرج علی خیالاتہم وما یفعلونہ فی القباب (وفیات الامیاء ۱۱۸/۶)

اس طویل اقتباس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں کہ مظفر الدین (بادشاہ) لکڑی کے بیس قبة تیار کرواتا جن میں سے ہر ایک قبة میں چار پانچ منزلیں ہوتیں ایک بڑا قبة اس کے اپنے لئے ہوتا اور باقی دوسرے ارکان حکومت کیلئے جب صفر کا آغاز ہوتا تو ان قبوں کو ہر قسم کے اسباب زینت سے سجایا جاتا پھر ایک ایک قبة میں گانے والوں، بھانڈوں، میراثیوں، کی ایک ایک ٹولی بٹھادی جاتی ان دنوں میں لوگ اپنے کاروبار بالکل ٹھپ کر کے ادھر ہی گھومتے رہے۔ (آوارہ گردی کے لئے سامان قیش جو موجود ہوتا تھا) عصر کی نماز کے بعد بادشاہ تمام قبوں میں ہر ایک قبة میں تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے جاتا اور گانا وغیرہ سنتا۔

براہدوران اسلام:

یہ ہے اس بادشاہ کا کردار جس نے سب سے پہلے بدعت میلاد کا اہتمام کیا اور پھر کس قدر افسوس ہے کہ جن فضول اور واہیات بیہودہ کاموں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی پیغمبر کی ولادت کا نام لیکر ساری خرافات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ بھلا جو بادشاہ کچھریوں، بھانڈوں، میراثیوں اور گویوں کا نہ صرف کہ دلدادہ ہو بلکہ خود ان کے ساتھ تاجے بھی

ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پیالے، اور تیس ہزار طوے کی پلیٹوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اور اس محفل کے موقعہ پر بڑے بڑے علماء اور صوفی لوگ جمع ہوتے تھے جن کے ساتھ یہ محفل منعقد کرتا اور ٹہرے فجر تک صوفیوں کے ساتھ اس کی محفل ہوتی جس میں یہ خود بھی رقص کرتا تھا۔

ابن خلکان نے بھی اس فضول خرچ بادشاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ویسے مظفر الدین بنصب قباب من الخشب کل قبة اربع او خمس طبقات ویعمل مقدار عشرين قبة واكثر منها قبة له والباقي للامراء واعیان دولہ لکل واحد قبة فاذا کان اول صفر زینو تلک القباب بانواع الزینة الفاخرة المستجملة وقعد فی کل قبة جوق من المغانی وجوق من ارباب الخیال ومن اصحاب الملاهی ولم یتروا طبقة من تلک الطباق فی کل قبة حتی رتبوا فیها جوقا وتبطل معایش الناس فی تلک المدة وما یبقی لهم شغل التفرج والدوران علیہم وکانت القباب منصوبة من باب القلعة الی باب الخانقاه المجاورة للمیدان فکان مظفر الدین ینزل کل یوم بعد صلوة العصر یقف علی قبة قبة الی آخرها ویسمع غناء

جشن میلاد کا ہیر و نمبر 2:

علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظمت و مقام عطا فرمایا ہے ان کو یہ تمغہ بھی ملا۔ انما یخشی اللہ من عباده العلماء اور زبان نبوت سے یہ اعلان ہوا العلماء ورثہ الانبیاء۔ مگر ہر دور میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہے کہ جنہوں نے اپنے دلوں سے خوف خدا نکال کر اور وراثت نبوت کی قدر نہ کرتے ہوئے دنیاوی منفعت اور حشمت و جاہ کیلئے وقت کے حکمرانوں کے باطل و غلط نظریات کی ناصر و تائید و حمایت کی بلکہ ان کو شریعت کی ڈھال میں بھی پناہ دینے کی کوشش کی اگرچہ وہ جھوٹ پر ہی مبنی کیوں نہ ہو (جیسا کہ ابھی گذشتہ دنوں میں ایک صوبائی وزیر نے حلف اٹھانے کے دوسرے دن ہی یہ فرمان وزارت جاری کیا کہ ریفرنڈم انبیاء کی سنت ہے کیونکہ ان دنوں جنرل پرویز مشرف کے ریفرنڈم کا بہت زور شور تھا۔ معلوم ہوتا ہے یہ مفتی غلام سرور قادری ہے ورنہ اس کو معلوم ہوتا کہ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد کثرت رائے کا احترام کرتے ہوئے ہتھیار سجانا اور پھر صحابہ کرام کے معذرت کرنے پر یہ ارشاد فرمانا کہ پہلے میں تمہیں یہی بات کہتا تھا مگر تمہارا جوش و جذبہ تھا اب میں چونکہ ہتھیار پہن چکا ہوں اس لئے کسی نبی کے شایان شان نہیں

اس کو رسول اللہ سے کیا تعلق خاطر ہو سکتا ہے۔ گذشتہ سطور میں البدایہ والنہایہ کے حوالے سے بھی گزرا ہے کہ وہ بادشاہ ناچا کرتا تھا اب آپ امام سیوطی کی زبانی سنیے: فرماتے ہیں وقال سبط ابن الجوزی فی مرآة الزمان کی سبط ابن جوزی نے مرآة الزمان میں یہ فرمایا ہے کہ وہ بادشاہ اتنا فضول خرچ تھا کہ اس کے دسترخوان پر 5000 بھنے ہوئے سر، دس ہزار مرغیوں، ایک سو گھوڑوں، ایک لاکھ پیالوں اور تیس ہزار حلوے کی پلیٹوں کا اہتمام ہوتا تھا اور اسکے پاس محفل میلاد کے موقع پر بڑے بڑے دنیا دار علماء اور صوفی شریک ہوتے تھے۔

ويعمل للصوفية سماعا من الظهور الى الفجر ويرقص بنفسه معهم وكان يصرف على المولد في كل سنة ثلثمائة الف دينار (الحادی للتادی ۱/۲۵۲) اور صوفیوں کیلئے ظہر سے فجر تک محفل سماع (قوالی کی مجلس) کا اہتمام ہوتا جس میں وہ بادشاہ خود بھی ان کے ساتھ ناچتا اور اسی طرح وہ ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار تک خرچ کرتا تھا۔

عزیز قارئین:

اب تو آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس کو بوری جیسے عیاش بادشاہ کی ایجاد کردہ ایک بدعت کو بنظر تحسین دیکھیں یا امام اعظم حضرت محمد رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کو اپنائیں۔

دیا۔ اور یہ بات احمد بن خلکان نے بھی لکھی ہے (وفیات الامیاء ۱۱۹/۳)

قارئین! یہ تو آپ معلوم کر چکے کہ بدعت میلاد کا موجد داربل کا بادشاہ ابوسعید کو کبوری تھا اور اس کی تائید کرنے والا ابن دحیہ کبلی تھا ابوسعید کو کبوری کے متعلق آپ کو گذشتہ سطور سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وہ ایک عیاش اور فضول خرچ آدمی تھا اب ہم آپ کو اس کی تائید کرنے والے ابن دحیہ کبلی کے متعلق بتاتے ہیں:

ابن دحیہ کبلی کذاب:

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقیل ابن النجار رایت الناس مجتمعین علی کذبہ وضعفہ وادعائہ سماع مالم یسمعه ولقاء من لم یلقہ (لسان المیزان: ۲۹۵/۳) کہ ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس بات پر متفق تھے کہ وہ (ابن دحیہ کبلی) جھوٹا ہے اور ضعیف ہے اور جس سے اس نے نہیں سنا اس سے سماع کا دعویٰ دار ہے اور جس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی اس سے بھی اپنی ملاقات ظاہر کرتا ہے۔

اور پھر اس جھوٹ کا ایک واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ ابو العلاء اصمہانی علی بن حسن بیان کرتے ہیں کہ میرے ابو ابن دحیہ کا بہت احترام کرتے تھے

وہ ہتھیار پہن کر بغیر جنگ کے اتار دے۔ مگر 30 اپریل 2002ء کو پاکستانی عوام کی اکثریت نے جس طرح ریفرنڈم کی گت سنواری ہے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مگر جنرل صاب پھر بھی عوامی رائے کے احترام میں کرسی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ بہر حال یہاں تفصیل کا محل نہیں۔ یہ خبر ایک الگ موضوع کی متقاضی ہے۔ بتا صرف یہ رہا تھا کہ بعض لوگ دنیاوی فائدے کیلئے جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اسی طرح ابوسعید کو کبوری کے ان سرخانہ اور عیاشانہ امور کو ثواب ثابت کرنے کیلئے ایک دنیا دار لالچی اور جھوٹے مولوی ابو الخطاب عمر بن حسن ابن دحیہ الکلبی نے التھویری فی مولد السراج المنیر کے نام سے کتاب لکھ ماری تاکہ بادشاہ کی عیاشیوں کیلئے دلیل جواز قائم کی جاسکے اور پھر ایسا ہوا بھی یہ بادشاہ نے کہ کتاب دیکھ کر اس مولوی کا منہ انعام سے بند کر دیا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا ہے: وقد صنف له الشيخ ابو الخطاب بن دحية مجلدا في المولد النبوي سماه (التنوير في مولد البشير السدير) فاجازه على ذلك بالف دينار. (الماوي للتأدي ج ۳ ص ۲۸۲) اور بے شک ابو الخطاب بن دحیہ نے اس بادشاہ کے لئے ایک کتاب لکھی جس کا نام التھویری فی مولد البشير السدير رکھا تو کو کبوری بادشاہ نے اس کو ایک ہزار دینار انعام

دوسروں کو بھی اکساتا تھا کہ آپ بھی دنیاوی عزت و
وقار کیلئے جھوٹ بولا کرو ایسا ہی ایک واقعہ الحافظ ابو
الحسن بن فضل کے ساتھ پیش آیا جو ان ہی کی زبانی
سنئے فرماتے ہیں:

کنا بحضرة السلطان في مجلس عام
وهناك ابن دحية فسالني السلطان عن
حديث فذكرته له فقال لي من رواه فلم
يحضرني اسناده في الحال فانفصلنا
فاجتمع بي ابن دحية في الطريق فقال لي
ما ضربك لما سالت السلطان عن اسناد
ذاك الحديث لم تذكر له اي اسناد ثبت
فانه ومن حضر مجلسه لا يعلمون هل هو
صحيح ام لا وقد كنت بحت قولك لا
اعلم وتعظم في عيبه وعين الحاضرين قال
فعلمت انه متهاون جري على الكذب (سان
البرهان ۲/۲۹۲)

ایک دفعہ ہم بادشاہ کی عام مجلس میں حاضر تھا
وہاں ابن دحیہ کی موجودگی سے ہمیشہ کے ایک
حدیث کے متعلق سوال کیا تو میں نے وہ حدیث ان کو
بتا دی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ان کو کس نے روایت کیا
ہے تو مجھے اس وقت اس کی سند یاد نہ آئی جب ہم
وہاں سے اٹھائے۔

تو رائے میں مجھے ابن دحیہ کو بلا اس نے

ایک دن یہ میرے ابو کے پاس حاضر ہوا: ومعه
سجادة فقبلها ووضعها بين يديه وقال
صليت على هذه السجادة كذا كذا الف
ركعة وختمت القرآن في جوف الكعبة
مرات. اور اس کے پاس ایک مصلی تھا جس کو اس
نے چوم کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ اس
مصلی پر میں نے تقریباً ایک ہزار رکعت نماز پڑھی
ہے اور غلط کعبہ میں بیٹھ کر اس پر کئی قرآن مجید ختم کئے
ہیں۔ ابو جان نے بڑے تپاک اور محبت سے اپنی
مصلی کو چوما اور اس سے قبول کر لیا۔

جب پچھلا پہر ہوا تو ایک شخص ہماری بزرگی
آئے اور انہوں نے بتایا کہ اس ابن دحیہ نے آج
بازار سے ایک بہت خوب صورت مصلی خریدنے کا امر
والدی باحضار السجادة فقال الرجل ائني
والله هذه فسكت والدي وسقط ابن دحية
من عيینه (سان البرهان ۲/۲۹۲)

تو میرے ابو نے وہ مصلی منگو کر اس بزرگ
کو دیکھا یا تو انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم یہ وہی مصلی
ہے جو ابن دحیہ نے بازار سے خرید اٹھا تو اس کی بات
سن کر ابو جان خاموش ہو گئے اور اس سے بعد ابن
دحیہ کا احترام ان کی آنکھوں (دل) میں نہ رہا۔

دو قدم آگے:

ابن دحیہ ناصرف کہ خود جھوٹ بولتا تھا بلکہ

کہا کہ تو نے بادشاہ کے سامنے کوئی سی سند ذکر کر دیا
تھی اس ملت بادشاہ اور عوام کی نظروں میں تیری
عزت میں جاتی آن (بادشاہ اور حاضرین) کو کیا علم
ہوگا تھا کہ یہ صحیح ہے یا غلط (حافظ ابو الحسن فرماتے
ہیں) میں سمجھ گیا کہ یہ آدمی بڑا اللہ والا اور بڑی ذہنیاتی
ہے جھوٹ بولنے والا ہے اس لیے اس کے ساتھ
معاشرت میں احتیاط کر لین کہ کس قدر جھوٹا آدمی
ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی جھوٹ پرانہ بولہ کرتا ہے
اور لوگوں کے سامنے اپنا عزت و وقار اور عبادت
گنہاری کا ڈھونڈھنچا رہا ہے۔
بزرگایاں: یہ کہ اس نے اپنے آپ کو
تعالیٰ کی مخلوق میں بہت اہم سمجھا لیکن
بزرگایاں تھا چنانچہ امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
ولہ کتب نفیسة وکان ظاہری
الصدق کثیر الوفیة فی الائمة وکی
السلف من العلماء حیث اللسان احمق
شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین
مٹھاؤنا۔ (لسان المیزان ۲/۱۸۳)

جھوٹی حدیثیں گھڑنا ایک عظیم گناہ ہے
ابو الحکام ابن حجر مکی کے مطلق لسان
المریزان کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ
دنیاوی عزت کی خاطر جھوٹ بولنے میں کوئی عار نہیں
سمجھتا تھا بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دلاتا تھا کہ اگر
جھوٹ بولنے سے لوگوں کی نظر میں احترام و عزت
بڑھتا ہے تو ایسا کرنا چاہیے لیکن آئیے آپ کو بتائیں
کہ چنانچہ صرف کہ احادیث عام معاملات میں جھوٹ
بولنا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر بھی
جھوٹ بولتے ہوئے نہیں بچا گیا یہ جیسا کہ ایام سیوطی
رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انما یجوز ان یقال ان
ابن اوس بنی ہاشم بنی اقامہ دلیل علی
حق القول لکن انہم فی مضمون وقیل ان الحافظ
ابن الدیمیاط بن دحیہ بیان یفعل ذالک
وکیانہ الذی وضع الحدیث فی قصیر
الجفرید (تہذیب الحدیث ۲/۱۸۳)

الاول کو عید منورہ میں قیامت برپا تھی اور آج ہم خوشیاں مناتے ہیں جلوس محفلوں کا انعقاد ہوتا ہے گانے باجے بٹانے اور تمام قسم کی تحریمی رسومات کے ساتھ اس دن جلوس نکالے جاتے ہیں۔ نئے رنگ برنگے ملبوسات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ دھوم دھام سے مٹھایاں تقسیم کی جاتی ہیں عید جیسی خوشیاں منائی جاتی ہیں اگر جشن میلاد منانا سبکی ہوتی تو صحابہ کرام رضوال اللہ علیہم اجمعین اسے ضرور مناتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آنسو نہ بہاتے، حضرت عمر فاروقؓ جذبات کے ہاتھوں مغلوب نہ ہوتے۔ حضرت انسؓ اس دن کو تاریک و قبح نہ کہتے ازواج مطہرات کی دنیا تاریک نہ ہوتی اور حضرت فاطمہؓ گوانتا صدمہ نہ پہنچتا کہ وہ کہہ دیتیں:

صبت علی مصائب لوائھا
صبت علی الایام صرن لیانی
 ویسے بھی اس میں اللہ کی زبردست حکمت ہے کہ جتنے دنوں کو بھی مسلمانوں میں محترم سمجھا جاتا ہے ان سب کی تواریخ کو اللہ تعالیٰ نے مشتبہ کر دیا ہے تاکہ لوگ اس دن کی مناسبت سے بدعات و خرافات کا شکار نہ ہو جائیں۔ مثلاً لیلۃ القدر، شب معراج، ولادت مصطفیٰؐ، کہ اگر کوئی آدمی ان ایام کی مناسبت سے غلط کام کرتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دنوں کے تقدس کو برقرار رکھتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی

طولی رکھتا تھا حالانکہ ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا: من کذب علی متعمدا فلیتبعوا مقعده من النار۔

کہ جو آدمی مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

برادران اسلام:

یہ تھی کل کائنات میلاد منانے اور اسکی تائید کرنے ولادوں کی کہ ایک ویسے ہی عیاش اور فوضول خرچ ہے اور دوسرا متکبر، دریدہ و بہن کذاب اور وضاع الحدیث ہے یہ تو تاریخ میلاد کے حوالہ سے گفتگو تھی اب آئیے دیکھیے کہ عقلی طور پر بھی اس موقعہ پر جشن اور رنگ و راگ کی محفلوں کا کوئی جواز اور گنجائش ہے؟ کیونکہ ایک تو رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول کی 9 تاریخ کو پیدا ہوئے اگرچہ اس میں علماء کا اختلاف ہے مگر رائج مسلک یہی ہے مضمون کی طوالت کی وجہ سے اس کی مکمل بحث چھوڑ دی ہے اور 12 ربیع الاول کو فوت ہوئے اب کوئی بھی عقلمند انسان اس موقعہ پر خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ موت کا صدمہ تو بہر حال پیدائش کی خوشی سے بعد کا ہے جبکہ 12 ربیع الاول کی وفات پر سبھی متفق ہیں اور پھر غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو اتنے غمزدہ ہیں کہ زمانہ ان کے غم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ۱۲ ربیع

یاد نہیں کہ جس کی یاد میں تم مجلس منعقد کرتے ہو جس کی محبت کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے جس کی یاد میں تم جلوس نکالتے ہو اس کی فراموشی کیلئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے جس کی محبت میں تمہاری زبانیں زمزمہ سرا ہیں اس کی عزت و ناموس کو تمہارا وجود بٹ لگا رہا ہے۔ وہ تو دنیا میں اس لئے آئے تھے کہ انسانوں کو انسانی زندگی سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ پر چلائے۔ مگر افسوس تم نے ان کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ان کے پیغام سے منہ پھیر لیا۔ ان کی بات پہ کان نہ دھرا اس کے اسوہ حسنہ کو نہ اپنایا ان کی زندگی کو مشعل راہ نہ بنایا لیکن ان کی یاد میں جشن و جلوس کا اہتمام کر کے سمجھے کہ ہم نے محبت کا حق ادا کر دیا ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں اسی پیغمبر صادق و مصدق ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہامن احب مستی فقد احبنی ومن احبنی مکان معی فی الجنة

کہ مجھ سے اس کو محبت ہے جس کو میری سنت سے محبت ہے۔ آج سنت سے نفرت کرتے ہو اور اس کی شخصیت سے محبت کا دم بھرتے ہو۔

تعصى الرسول و تطهر جبه ذالك فى الزمان بدیع لو كان حبك صادقاً لاطعته ان المحب لمن يحب مطيع

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

تاریخ یاد دن ہے جیسا کہ رسول اللہ کو لوگ گالی دیتے ہوئے مذم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے۔ معاذ اللہ۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا نام محمد ﷺ ہے اس طرح اللہ نے مجھے ان کے شر سے محفوظ کر دیا ہے اس طرح تو تاریخ کے اشتباہ سے اللہ تعالیٰ نے ان مقدس ایام کے تقدس کو پامال ہونے سے بچالیا ہے۔

کیا ہم جشن منانے کا حق رکھتے ہیں:

برادران اسلام:

یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ خوشی ہمیشہ وہ تو میں منایا کرتی ہیں جو مقصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں۔ آئیے غور کیجئے کہ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ خوشی تو ان کو ہو جن کی زندگیوں میں پیغمبر کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے انقلاب آیا اور ان کی زندگیاں سنور گئیں۔ مگر جن کی وضع قطع، بود و باش، رہن سہن، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، حتیٰ کہ نماز روزہ، اذان، خوشی، غمی، ایک ایک عمل رسول اللہ کی سنت اور آپ کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہو اس قوم کو ولادت کے جشن منانے کا کوئی حق ہے؟

ربیع الاول میں آنے والے سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں کی یاد میں عید میلاد اور مجلسوں کا انعقاد کر کے مدح و ثناء کی صدائیں بلند کر نیو الکیا تمہیں